مولانا حمید الدین فراہیؒ کی قرآنی خدمات

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ کی تحریروں کی روشنی میں

محمد رضی الاسلام ندوی

مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ (۱۹۳۷-۲۰۰۸ء) کے تحریری سرمایہ پر نظر ڈالیں تو اس میں تاریخ، حدیث، فقہ، سیر و سوانح، اقتصادیات، ادب اور دیگر موضوعات جلوہ گر نظر آتے ہیں، لیکن ان کی اصل جولان گاہ تفسیر و علوم قرآنی کا میدان تھا۔[1]

وہ دس سال کی عمر میں مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ میں داخل کیے گئے، جہاں انھیں مولانا حمید الدین فراہیؒ (م ۱۹۳۰ء) کے فیض یافتگان اور ارشد تلامذہ مولانا اختر احسن اصلاحیؒ (م ۱۹۵۸ء) اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ (م ۱۹۹۷ء) کے علاوہ مولانا صدر الدین اصلاحیؒ (م ۱۹۹۸ء) مولانا جلیل احسن ندویؒ (م ۱۹۸۱ء) اور دیگر اساتذہ سے کسبِ فیض کرنے کا زرّیں موقع حاصل ہوا۔ مدرسۃ الاصلاح کے علمی ماحول اور وہاں کے فاضل اساتذہ کی تعلیم و تربیت نے ان میں قرآن کے فہم اور اس میں تحقیق کا اعلیٰ ذوق پیدا کیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بیس سال کی عمر میں جب وہ دار المصنفین جیسے بین الاقوامی شہرت کے حامل علمی و تحقیقی ادارہ سے بہ حیثیت رفیق وابستہ ہوئے، اس سے قبل قرآنیات میں ان کے نصف درجن تحقیقی مقالات اُس زمانے کے مشہور اور انتہائی معیاری مجلّات ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ[2] اور ماہ نامہ برہان دہلی میں شائع ہو چکے تھے۔ عین ممکن ہے کہ انھی مقالات نے دار المصنفین کے اربابِ حل و عقد کے یہاں انھیں متعارف کرایا ہو اور وہاں ان کی 'رفاقت' کی راہ ہموار کی ہو۔ بہ ہر حال ایک کم عمر طالب علم کے قلم سے نکلے ہوئے ان اعلیٰ تحقیقی مقالات نے اس کی زندگی کا رخ متعین کر دیا تھا اور علم و تحقیق کی

دنیا میں اس کے روشن مستقبل کی امید کی جانے لگی تھی۔

قرآنیات میں مولانا اصلاحی کے کام کے مختلف پہلو ہیں۔ انھوں نے اپنے متعدد مقالات میں بعض آیاتِ قرآنی کی تفسیر و تاویل پیش کی ہے، یا بعض قرآنی موضوعات پر دادِ تحقیق دی ہے۳۔ بعض مقالات میں قدیم و جدید مفسرین، ان کے منہج تفسیر اور ان کی نادر تحقیقات کا تعارف کرایا ہے۴۔ اور بعض مقالات میں اپنی محبوب شخصیات کی قرآنی فکر کی ترجمانی کی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ (م ۱۹۵۸ء) سے انھیں بچپن ہی سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ دارالمصنفین سے وابستگی نے مولانا سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) سے ان کے تعلقِ خاطر میں اضافہ کیا۔ چنانچہ ان دونوں کی بعض تحریروں کی روشنی میں انھوں نے ان کے قرآنی افکار کی توضیح و تشریح کی ہے۵۔ لیکن اس سلسلے میں ان کا سب سے اہم اور قابل قدر کام مولانا حمید الدین فراہیؒ کی قرآنی خدمات کا تعارف اور ان کی قرآنی فکر کی ترجمانی ہے۔ یہ کام انھوں نے متعدد پہلوؤں سے انجام دیا ہے۔ مثلاً اپنے متعدد مقالات میں انھوں نے مولانا فراہی کی عظمت بیان کی ہے، ان کی تصنیفات کی قدر و قیمت واضح کی ہے، ان کے مباحث کی تلخیص کی ہے، ان کی کتابوں پر تبصرہ کرکے انھیں علمی حلقوں میں متعارف کرایا ہے، اپنی تحقیقات میں ان کی تائیدات پیش کی ہیں اور حوالے دیے ہیں، ان کے منہجِ تفسیر کا تعارف کرایا ہے اور اپنی تحریروں میں اس کی کامیاب پیروی کی ہے۔

آئندہ صفحات میں انہی پہلوؤں کی تفصیل اور مثالیں پیش کی جائیں گی۔

مولانا فراہی کی قرآنی خدمات کا مجموعی تعارف

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے اپنی متعدد تحریروں میں مولانا فراہی کی قرآنی خدمات کا اجمالی تعارف کرایا ہے، ان کے کام کی قدر و اہمیت واضح کی ہے اور انھیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ قرآن کا کوئی موضوع ہو، تاریخِ علومِ اسلامی کی کوئی بحث ہو، علوم وفنون کی از سرِ نو تدوین و تشکیل سے متعلق کسی مسئلے پر اظہارِ خیال ہو رہا ہو،

قرآنیات کی کوئی کتاب زیرِ تبصرہ ہو، وہ کہیں نہ کہیں سے مولانا فراہی کا ذکرِ خیر لے آتے اور ان کے تبحرِ علمی، دقیقہ سنجی اور نکتہ آفرینی میں رطب اللسان ہو جاتے ہیں۔ ان کی ایسی تمام تحریروں کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ بہ طور نمونہ چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

اپنے ایک مضمون میں، جس کا عنوان 'تفسیر اور علوم قرآنی میں مولانا حمید الدین فراہی کے امتیازی کارنامہ کا ایک نمونہ' ہے، مولانا ابوالکلام آزاد کے حوالے سے، تفسیر و علوم قرآنی کے میدان میں متاخرین کے رُو بہ زوال معیار کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس قاعدے سے صرف وہی دماغ مستثنیٰ ہوتے ہیں جنھیں مجتہدانہ ذوق نظر کی قدرتی بخشایش نے صف عام سے الگ کر دیا ہو۔ پھر لکھتے ہیں:

> ''انہی مستثنیات میں اس دور کے مشہور ہندی نژاد مفسر قرآن استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ بھی تھے۔ انھیں مجتھدانہ ذوق ونظر کی قدرتی بخشایش نے صفِ عام سے الگ کر دیا تھا... انھوں نے تفسیر اور قرآنیات کے ذخیرے میں جو امتیازی نمونے یادگار چھوڑے ہیں ان کی بنا پر ان کی طرف سے یہ فخراً کہا جا سکتا ہے:
>
> وانی وان کنتُ الأخیر زمانه
>
> لآتٍ بما لم تستطعه الأوائل
>
> مدۃ العمر قرآن مجید ہی ان کے فکر و نظر اور غور و تامل کا مرکز و محور رہا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کے حقائق و دقائق اور اسرار و رموز منکشف کر دیے تھے''۔[6]

ادارۂ علوم القرآن علی گڑھ کے زیر اہتمام جولائی ۲۰۰۵ء میں ایک سیمینار 'قرآنی علوم بیسویں صدی میں' کے مرکزی عنوان پر منعقد ہوا تھا، جس میں مولانا نے کلیدی خطبہ پیش کیا تھا۔ اس کی ابتدا میں تاریخ تفسیر پر روشنی ڈالنے کے ساتھ بیسویں صدی میں، خاص طور پر برِ صغیر میں، تفسیر و علومِ قرآنی کے میدان میں ہونے والے کاموں کا تعارف

کرایا ہے۔اس ضمن میں مولانا فراہی کی خدمات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''مولانا حمید الدین فراہیؒ کو مجتہدانہ ذوقِ نظر، جدّت و ابتکار، حقائق و دقائق کے استنباط و استخراج اور نکتہ آفرینی و دقیقہ سنجی کی قدرتی بخشایش نے صفِ عام سے الگ کردیا تھا۔ ان کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کے فہم و تدبر کا ذوق پیدا کیا اور اس کے مطالعہ و تحقیق کی ایک نئی راہ کھول دی۔ ان کا اندازِ فکر و نظر سب سے الگ تھا۔ ع

اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے اسرار کے محرم ہیں پیرانِ طریق

مولانا کی خدماتِ قرآن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ مشکل ہے۔ ایک زمانہ میں ان کی توجہ قرآن کے اردو ترجمے کی جانب بھی ہوئی، مگر یہ کام بھی نامکمل رہا۔ انھوں نے سورۂ قیامہ سے آخر قرآن تک کی سورتوں کا اردو ترجمہ کیا اور ترجمہ کے اصول و قوانین سے متعلق کچھ بنیادی خیالات بھی قلم بند کیے، جو بہت کارآمد ہیں ... اگر مولانا فراہی نے مکمل قرآن کا ترجمہ کیا ہوتا تو وہ اپنی نوعیت میں منفرد اور اردو میں ایک اضافہ ہوتا۔ مولانا نے بیسویں صدی میں قرآن کی عظیم الشان اور بہت انقلابی خدمت انجام دی تھی۔ ان کے طرز و نہج پر خاطر خواہ کام کرنے اور ان کی مہم کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس سے قرآن فہمی کے دروازے کھلیں گے۔ یالیت قومی یعلمون''۔[۷]

تصانیفِ فراہی کا اجمالی تعارف

مولانا فراہی کی خدمات کے مجموعی تعارف کے ساتھ مولانا ان کی تصانیف کا بھی اجمالی تعارف کراتے ہیں، زیرِ بحث موضوعات پر ان کی اہمیت واضح کرتے ہیں، ان کے استنباط و استخراج کو سراہتے اور حقائق و دقائق کی تحسین کرتے ہیں اور قرآنی اسرار و

معارف کو سمجھنے کے لیے ان کا مطالعہ ضروری قرار دیتے ہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ قرآنیات کے متبحر عالم تھے۔ وہ مدۃ العمر قرآن مجید میں غور وفکر فرماتے رہے اور وہی ان کی اکثر تصانیف کا موضوع ہے، جن میں قرآن کے اسرار وحقائق بے نقاب کیے گئے ہیں۔ مولانا نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان کے نام سے عربی میں ایک مہتم بالشان تفسیر لکھ رہے تھے، مگر افسوس کہ یہ مکمل نہ ہوسکی، البتہ قرآن کے بعض اہم پہلوؤں اور چند متفرق سورتوں کی انھوں نے جو تفسیر لکھی ہے ان سے تفسیر و علوم قرآنی میں ان کی مہارتِ تامہ اور دست گاہِ کامل کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کی مطبوعہ تصانیف میں اصول التاویل اور فاتحہ نظام القرآن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں میں ان کے اصولِ تفسیر اور نظریۂ تاویل کی توضیح وتفصیل موجود ہے... غرض مولانا کی قرآنی تصنیفات اور تفسیری رسائل سے ان کے تحقیقی ذوق، مطالعہ کی وسعت، فکر کی گہرائی، دقیقہ سنجی اور قوتِ استنباط واستخراج کے واضح ثبوت فراہم ہوتے ہیں''۔[۸]

'قرآنی علوم بیسویں صدی میں' کے موضوع پر سیمینار کے اپنے کلیدی خطبے میں مولانا فراہی کے وجہِ امتیاز پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا کو مجددِ علوم کہنا بے جا نہ ہوگا۔ وہ دراصل علومِ اسلامی کی تجدید و تطہیر کرنا چاہتے تھے اور قرآن مجید ہی کو سارے علوم کا محور بنانا چاہتے تھے اور اس کی روشنی میں حدیث وفقہ، کلام وعقائد، فلسفہ ومنطق، نحو وصرف اور معانی وبلاغت کو ازسرِنو مدوّن کرنا چاہتے تھے، ان کی تصنیف جمہرۃ البلاغۃ اور القائد الی عیون العقائد ان کی اس سعی وکاوش کا نتیجہ ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی کو قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا موقع نہیں ملا،

لیکن ان کی تفسیر نظام القرآن کے جو اجزاء چھپے ہیں وہ اواخر قرآن کی بعض سورتوں کی تفسیریں ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے علوم قرآنی میں جو تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں وہ دراصل ان کی تفسیر کے مقدمے ہیں، مثلاً الرأی الصحیح فیمن ہو الذبیح، امعان فی اقسام القرآن، التکمیل فی اصول التاویل، دلائل النظام، اسالیب القرآن، مفردات القرآن، فی ملکوت اللہ، حجج القرآن اور حکمۃ القرآن وغیرہ پر مستقل، مکمل اور نامکمل رسالے اسی لیے لکھے، تاکہ تفسیر میں اس طرح کے مباحث بار بار آئیں تو ہر جگہ ان کا اعادہ اور تکرار نہ ہو۔ یہ تمام رسائل اور اجزائے تفسیر سور قرآن فہمی کی کلید اور فکر و نظر اور تفکر و تدبر فی القرآن کی نئی راہیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کی ساری تصنیفات و رسائلِ تفسیر قرآنی علوم و معارف کا گنجینہ، اسرار و دقائق کا خزانہ اور حقائق سنجیوں کا ایک چمنستان ہیں۔ ان کا کوئی رسالہ اور تصنیف حقائق و دقائق سے خالی نہیں‘‘۔[۹]

تصانیفِ فراہی کی تلخیص و تسہیل

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے مولانا فراہی کی متعدد کتابوں کی تسہیل کی ہے اور اپنے مقالات میں آسان زبان میں ان کے خلاصے بیان کیے ہیں، یا ان کا تجزیہ کرکے نادر تحقیقات کو نمایاں کیا ہے۔ ان کتابوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱- اسالیب القرآن

اس کتاب کے مباحث کی روشنی میں ’قرآن کریم کے بعض اسالیب‘ کے عنوان سے مولانا کا ایک مضمون سہ ماہی اسلام اور عصر جدید نئی دہلی (اپریل- جون ۱۹۸۲ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس میں انھوں نے التفات، تصریف آیات، قصص، حذف، ایجاز، اجمال کے بعد تفصیل، عود علی بدء، جملۂ معترضہ، تمثیلات، تقابل اور قسموں سے بحث کی ہے۔ ان کا ایک دوسرا مضمون ’قرآن مجید کا طرزِ تخاطب اور طریقۂ خطاب‘ کے عنوان سے ہے۔ یہ

دونوں مضامین ان کی کتاب 'ایضاح القرآن' کی ابتدا میں شامل ہیں۔ ان میں تو مولانا فراہی کے تعلق سے کوئی صراحت نہیں ہے، لیکن کتاب کے دیباچہ میں مولانا نے صراحت کردی ہے:

''پہلے دونوں مضامین ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کے افادات پر مشتمل ہیں۔ ان میں قرآن مجید کے بعض اسالیب پر بحث و گفتگو کی گئی ہے۔ ان سے ظاہر ہوگا کہ قرآن فہمی کے لیے اس کے اسالیب سے واقفیت کس قدر ضروری ہے۔ یہ دونوں مضامین اصولی نوعیت کے ہیں''۔[10]

۲- التکمیل فی اصول التاویل

اصول تفسیر پر یہ بے حد اہم کتاب ہے۔ مولانا نے اپنے ایک مضمون میں اس کی تلخیص کردی ہے۔ مضمون کا آغاز وہ ان جملوں سے کرتے ہیں:

''یہ ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کا ایک مفید اور بلند پایہ رسالہ ہے۔ اس میں علم تاویل کے وہ اصول وضوابط تحریر فرمائے ہیں جن سے قرآن مجید کے صحیح معنٰی سے واقفیت حاصل کرنے اور اس کے اصلی مفہوم کو متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کے نزدیک ان اصولوں سے قرآن مجید کے حقائق و معانی بھی بے نقاب ہوتے ہیں اور یہ باطل اور گم راہ کن خیالات کا سدِ باب بھی کرتے ہیں''۔[11]

۳- مقدمہ تفسیر نظام القرآن

یہ مولانا فراہی کا ایک بہت اہم رسالہ ہے۔ اس کی ابتدا میں انھوں نے تفسیر میں نظم قرآن کی اہمیت سے بحث کی ہے اور تفسیر الآیات بالآیات کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ پھر سولہ عناوین (ہر عنوان کو مقدمہ کا نام دیا گیا ہے) کے تحت علم تفسیر کے اہم مسائل سے بحث کی ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے سیمینار 'قرآنی علوم بیسویں صدی

میں' کے اپنے کلیدی خطبہ میں مولانا فراہیؒ کی خدماتِ قرآن کا تعارف کراتے ہوئے مقدمۂ تفسیر کے ابتدائی مباحث کا خلاصہ بیان کیا ہے، البتہ مقدمات کے صرف عناوین ذکر کردیے ہیں۔[۱۲]

۴- تفسیر سورۂ لہب

۵- تفسیر سورۂ الشّمس

مولانا فراہیؒ کے یہ دونوں رسالے، جو ان کی تفسیر نظام القرآن کے اجزاء ہیں، بہت پہلے الگ الگ شائع ہوئے تھے اور مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے ان کا اردو ترجمہ بھی عرصہ ہوا، الگ الگ شائع ہوا تھا۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے اپنے دو مضامین میں ان کا تعارف کرایا ہے اور ان کے مباحث کی تلخیص پیش کی ہے۔[۱۳]

تصانیفِ فراہی پر تعارف وتبصرہ

مولانا فراہیؒ کی تصانیف پہلے مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوتی تھیں، بعد میں دائرۂ حمیدیہ کی تاسیس کے بعد وہاں سے شائع ہونے لگیں۔ متعدد کتابوں کے ایک سے زائد ایڈیشن منظر عام پر آئے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ماہ نامہ معارف میں ان میں سے بعض کے پہلے ایڈیشن پر، اور بعض کے مابعد ایڈیشن پر تبصرے کیے ہیں۔ ان تبصروں میں انھوں نے زیر تبصرہ کتابوں کی قدر و قیمت واضح کی ہے اور ان کے موضوعات و مباحث کا تعارف کرایا ہے۔ ذیل میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱- امعان فی اقسام القرآن

مولانا فراہیؒ کی یہ کتاب سب سے پہلے اصح المطابع لکھنؤ سے ۱۹۰۶ء میں، پھر مطبع احمدی علی گڑھ سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ پھر دارالمصنفین نے ۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۹ھ میں اسے مصر سے طبع کرایا۔ اس کا نیا ایڈیشن دار القلم کویت سے ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا تو اس پر مولانا نے معارف میں یہ تبصرہ لکھا:

''یہ کتاب ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر نظام القرآن کا دیباچہ ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابہ جا قسمیں کھائی ہیں۔ مولانا نے ان کے متعلق اس رسالہ میں اصولی مباحث علیحدہ تحریر فرمائے ہیں، تاکہ اصل تفسیر میں ان بحثوں کا اعادہ وتکرار نہ ہو...اس میں قرآن مجید کی قسموں پر وارد ہونے والے شبہات واعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں پہلے امام رازیؒ اور حافظ ابن قیمؒ کے جوابات نقل کرکے ان پر تبصرہ کیا ہے،اس کے بعد قسم کی ضرورت،اس کی مختصر تاریخ اور عربی زبان میں اس کے استعمال کے مختلف طریقوں وغیرہ کو بیان کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن میں قسموں کی غرض شہادت واستدلال ہے اور دلیل کے لیے قسم کا پیرایہ اختیار کرنا مقتضائے بلاغت ہے۔یہ رسالہ قسموں کے متعلق مفید، اصولی اور ضروری مباحث کے علاوہ گوناگوں قرآنی حقائق ومعلومات پر بھی مشتمل ہے''۔[۱۴]

۲- التکمیل فی اصول التاویل

التکمیل مولانا فراہیؒ کی اہم تصانیف میں سے ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۸ء/ ۱۳۸۸ھ میں دائرۂ حمیدیہ سے شائع ہوا تو اس پر مولانا نے یہ تبصرہ کیا:

''کلام مجید کی اکثر آیتوں کی تاویل وتفسیر میں مفسرین نے متعدد وجوہ و اقوال اور مختلف احتمالات بیان کیے ہیں، بلکہ بعض آیتوں کی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ومتضاد تاویلیں بھی ملتی ہیں۔ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ نے،جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے حقائق و معارف منکشف کیے تھے،اس رسالہ میں تاویل قرآن کے ان اصولوں کو منضبط کیا ہے جو دوراز کار اقوال،تفسیر بالرأی اور مختلف وجوہ واحتمالات سے بچا کر صحیح نتیجہ اور قرآن مجید کی متعین مراد اور اصل منشا تک پہنچانے

کے لیے ضروری ہیں۔ شروع میں مصنف علاّم نے اصولِ تاویل کی اہمیت وضرورت، تفسیر بالرائی کا مطلب، تاویل کی حقیقت اور دوسرے اہم اور اصولی مسائل پر بھی بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں مرجّح اصولوں کے ساتھ باطل اور غلط اصولوں کا بھی ذکر آگیا ہے۔ گو رسالہ کی اکثر بحثیں غیر مرتب اور ناتمام ہیں، مگر یہ ان معارف وحقائق پر مشتمل ہے جو مولانا کی قرآنی تصنیفات کا خاص امتیاز ہیں''۔ ۱۵؎

التکمیل کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۰ء/۱۴۱۱ھ میں دائرۂ حمیدیہ نے شائع کیا تو مولانا نے اس پر پھر تبصرہ لکھا، جس میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے ساتھ اس کے مباحث کا بھی تذکرہ کیا۔ اسے بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

''یہ کتاب بھی ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کی قرآنی بصیرت اور ان کے وسیع وعمیق مطالعۂ قرآن کا نچوڑ ہے، جو دراصل مولانا کی تفسیر نظام القرآن کا مقدمہ ہے ... مصنف نے قرآن مجید کے تاویل کے وہ اصول وضوابط قلم بند کیے ہیں جو ان کے لفظوں کی اصل مراد اور صحیح مفہوم کی تعیین کرتے ہیں اور گونا گوں احتمالات اور غلط و باطل تاویلوں کو ختم کر کے قرآن کے اصل مفہوم اور متعین تاویل کی جانب رہبری کرتے ہیں۔ شروع میں مصنف نے اصول تاویل کو منضبط کرنے کی ضرورت و اہمیت اور اس کے فوائد ومقاصد بتائے ہیں اور اس کی جانب سے علمائے فن کی بے توجہی کا ذکر کر کے اس کے نقصان بھی دکھائے ہیں۔ تاویل کی حقیقت ومفہوم بیان کر کے تفصیل وتحریف سے اس کا فرق واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید قطعی الدلالۃ ہے، جو گونا گوں احتمالات کے بجائے ایک ہی مفہوم و مدلول پر دلالت کرتا ہے اور آخر میں جن اصولوں کی تشریح کی ہے وہ تین طرح کے ہیں: (۱) اصلی (۲) مرجّح (۳) اور ظنّی۔ ان مباحث اور ان کے ضمن میں مولانا نے جو دقیق اور عالمانہ

بحث کی ہے ان کی خوبیوں کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوگا''۔[۱۶]

۳- فی ملکوت اللہ

یہ کتاب دائرۂ حمیدیہ سے پہلی مرتبہ ۱۹۷۱ء/ ۱۳۹۱ھ میں شائع ہوئی تو مولانا نے اس پر یہ تبصرہ لکھا:

''یہ رسالہ ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر نظام القرآن کا دیباچہ اور ملکوت اللہ کی تشریح و وضاحت پر مشتمل ہے۔اس میں علم ملکوت اللہ کی دین میں اہمیت، نفوس کی تربیت، اعمال کی اصلاح اور دینی و دنیاوی امور کے فہم میں اس کے فوائد اور عقلی، نقلی اور تاریخی حیثیت سے اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک خدا کی حاکمیت کے اعتقاد اور ملکوت اللہ کی معرفت کا اہم فائدہ حکومتِ الٰہیہ کے موافق ان قوانین کی تشکیل ہے جن سے دنیا امن و خیر کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ خلافت کی بحث اور خلیفہ کے اوصاف کے ذکر میں بتایا گیا ہے کہ کب اور کیوں خدا اس نعمت سے کسی قوم کو سرفراز کرتا ہے اور کیوں کسی قوم سے اس کو سلب کر لیتا ہے۔حواشی میں جا بجا ان مباحث سے ملتے جلتے فٹ نوٹ بھی ہیں۔ اگرچہ یہ رسالہ اصل تصنیف کا خاکہ اور اس سے متعلق منتشر یادداشتوں کا مجموعہ ہے، تاہم حقائق و معارف کا خزانہ اور مولانا کے تدبر فی القرآن کا نچوڑ ہے''۔[۱۷]

۴- تفسیر بسم اللہ و سورۂ فاتحہ

اس رسالہ کا اردو ترجمہ دائرۂ حمیدیہ سے شائع ہوا تو مولانا نے اس پر معارف میں تبصرہ کیا۔انھوں نے لکھا:

''اس رسالہ میں مصنف علام نے بسم اللہ و سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے۔ بسم اللہ کی تفسیر میں فاتحہ سے اس کے تعلق کی نوعیت اور اللہ کے مفہوم کی

وضاحت کی گئی ہے۔ فاتحہ کی تفسیر میں دو فصلیں ہیں، پہلی میں سورہ کے تین رخ، یعنی اس کے قرآنی علوم سہ گانہ کی جامعیت، نظم قرآن کا نمونہ اور نماز کے اولین دینی احکام میں ہونے کا ذکر اور دوسری فصل میں نصاریٰ کی فاتحہ اور ہماری (مسلمانوں کی) فاتحہ کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ گو مختصر ہے، لیکن مصنّف کی جملہ تفسیری خصوصیات کا جامع اور ترجمہ سلیس و شگفتہ ہے"۔ ۱۸

۵- تفسیر سورۂ ذاریات

اس تفسیر کا اردو ترجمہ پہلی مرتبہ دائرۂ حمیدیہ سے شائع ہوا تو مولانا نے اس پر یہ تبصرہ کیا:

"یہ رسالہ ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تفسیر نظام القرآن کا ایک جزء ہے، جو ان تمام حقائق و معارف، اسرار و نکات اور نوادر و بصائر سے لب ریز ہے، جو مولانا کی تفسیروں کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس میں سب سے پہلے مصنف نے سورہ کے مرکزی مضمون کی نشان دہی کی ہے اور سابق و لاحق سورتوں سے اس سورہ کا ربط و تعلق واضح فرمایا ہے، پھر سورہ کا تجزیہ کر کے ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ہر سلسلہ کی آیتوں کے الفاظ کی تحقیق، جملوں کی تاویل، سیاق و سباق سے تعلق، آیات کی باہمی مناسبت، سلسلۂ بیان کے اہم اور وقیع مباحث سے تعرّض اور معضلاتِ قرآنی کی دل نشیں تشریح کی ہے اور بڑے حکیمانہ اور دل آویز نکات کا سراغ لگایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن مقامات سے مفسرین سرسری گزر جاتے ہیں وہاں مولانا کے فکر رسا قلم نے دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں کے ایسے انبار لگا دیے ہیں کہ فہم قرآن کی بہت سی مشکلات خود بہ خود حل ہو جاتی ہیں۔ اس سورہ میں بھی بالخصوص نطقِ انسانی

اور ہر چیز کے جوڑا جوڑا پیدا کیے جانے سے معاد پر جو لطیف استدلالات اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ کی جیسی دل کش تاویل فرمائی ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے''۔[19]

۶۔ تفسیر سورۂ قیامہ

یہ تفسیر پہلی مرتبہ مطبع فیض عام علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا فراہی نے نظر ثانی کے وقت اس میں ردّو بدل کر دیا تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن دائرۂ حمیدیہ سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تو اس پر مولانا نے یہ تبصرہ کیا:

''ترجمان القرآن مولانا حمید الدین فراہیؒ نے کلام مجید کی جن سورتوں کی تفسیر لکھی ہے۔ ان میں سورۂ قیامہ کی تفسیر سب سے پہلے لکھی تھی، کیوں کہ ان کے نزدیک قرآن مجید کی طرح اس کی ہر سورہ کے مختلف اجزاء میں بھی نظم و ترتیب ہے اور بہ ظاہر اس سورہ میں بڑا اقتضاب ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اس میں کوئی ربط و نظم نہیں ہے۔ اس لیے مولانا نے اپنے اصول و نہج کے مطابق اس کی تفسیر لکھی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ سورہ بھی از اول تا آخر مرتب و مربوط ہے اور اس کا ماقبل و مابعد کی سورتوں سے بھی نہایت گہرا تعلق ہے ...اس میں سورہ کے عمود، ماسبق و مابعد سے تعلق، اسلوب و استدلال کی نوعیت، قسموں کی وضاحت اور قیامت اور نفس لوّامہ کی باہمی مناسبت وغیرہ پر نہایت مفید اور عالمانہ بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ بعض مشکل فقروں اور آیتوں کی بڑی دل نشیں تشریح کی ہے، جس سے مشکل لفظوں کی تحقیق، اسلوبِ کلام کی خوبیاں اور بلاغت کے محاسن بھی پوری طرح نمایاں ہوگئے ہیں۔ اس کتاب کی دو بحثیں زیادہ اہم ہیں۔ ایک جمع شمس و قمر کی کیفیت کے بارہ میں منکرین و متشککین کا جواب، دوسری جمع و ترتیبِ قرآن، جس کے بارہ میں مصنف علّام

کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن عہد نبویؐ میں وحی الٰہی سے مرتّب کیا جاچکا تھا۔
انھوں نے اس عام اور مشہور خیال کی تردید بھی کی ہے کہ فرقۂ امامیہ قرآن
کے بعض حصوں کے باقی اور محفوظ نہ رہنے کا قائل ہے، کیوں کہ یہ اس
کے محققین علماء کی تصریحات کے خلاف ہے (ص۲٦) یہ کتاب مولانا
کے عمیق مطالعۂ قرآنی کا نتیجہ ہے اور اس سے ان کی عالمانہ و مجتہدانہ
بصیرت، نکتہ رسی، دقیقہ سنجی اور قوتِ استدلال کا اندازہ ہوتا ہے''۔[۲۰]

۸-۷- تفسیر سورۂ اخلاص و سورۂ کوثر

تفسیر سورۂ اخلاص واحد رسالہ ہے جسے مولانا فراہیؒ نے اردو میں لکھا تھا۔ دائرۂ حمیدیہ سے اس کی اولین اشاعت ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ تفسیر سورۂ کوثر کا اردو ترجمہ سب سے پہلے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا تھا۔ ان دونوں رسالوں کی اشاعت دوم ۱۹۵۸ء میں دائرۂ حمیدیہ سے ہوئی ہے تو اس پر مولانا نے معارف میں یہ تبصرہ کیا:

''یہ دونوں رسالے پہلے شائع ہو چکے ہیں اور اب مزید اہتمام سے شائع کیے گئے ہیں۔ اول الذکر رسالہ خود مولانا نے اردو میں تحریر فرمایا تھا اور وہ اگرچہ مفید اور بعض اہم مباحث پر مشتمل ہے، مگر جیسا کہ فاضل مرتب کو اعتراف ہے، اس میں اکثر مجمل اشارات و مباحث اور کہیں کہیں بیاض بھی ہے۔ اس لیے وہ دقیق اور کسی حد تک مغلق ہے۔ دوسرا رسالہ مولانا کے علم و تحقیق کا نمونہ اور ان کے امتیازی طریقۂ تفسیر کی خصوصیات کا حامل اور اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ اس میں قربانی اور نماز کی حقیقت اور ''کوثرِ آخرت دراصل خانۂ کعبہ اور اس کے ماحول کی روحانی تصویر ہے'' کے عنوان سے بڑی عالمانہ اور بصیرت افروز بحث ہے، جو نہایت دقیق اسرار و حقائق پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں رسالے قرآن فہمی کی راہ میں ممد اور اہل علم اور طلبۂ قرآن کے مطالعہ کے لائق ہیں''۔[۲۱]

۹- تفسیر نظام القرآن

مولانا فراہیؒ کے اجزائے تفسیر کا ان کے شاگردِ رشید اور علمی جانشین مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے سلیس وشگفتہ ترجمہ کر دیا تھا، جو وقتاً فوقتاً متفرق طور پر دائرۂ حمیدیہ سے شائع ہوتا رہا۔ ان تراجم کا مجموعہ عرصہ ہوا پاکستان سے 'مجموعہ تفاسیر فراہی' کے نام سے شائع ہوگیا تھا۔ اس کی اشاعت کی ضرورت ہندوستان میں بھی محسوس کی جارہی تھی۔ چنانچہ دائرۂ حمیدیہ نے ۱۹۹۰ء میں تفسیر نظام القرآن کے نام سے اس مجموعہ کو شائع کیا تو اس پر بھی مولانا نے تبصرہ لکھا۔ اپنے تبصرے میں انھوں نے مولانا فراہی کی قرآنی خدمات، ان کی تفسیر نظام القرآن کی ناتمام تالیف، اجزائے تفسیر کے اردو تراجم اور ان کی اشاعت کی روداد بیان کی ہے، فراہی منہجِ تفسیر پر روشنی ڈالی ہے، پھر اس مجموعہ کا تعارف کرایا ہے۔ یہاں پورے تبصرے کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ایک مختصر اقتباس پیش خدمت ہے:

> ''اس مجموعہ کی قدر و قیمت کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔ معارف میں متعدد باران پر تبصرے لکھے جاچکے ہیں، مجموعہ کی خاص چیز اس کا مقدمہ بھی ہے، جس سے مصنف علاّم کی تفسیر کے اہم اصول اور ان کے فہم و تدبرِ قرآن کے متعلق بہت سی اصولی اور مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ اور آیۂ بسم اللہ اور تفسیر سورۂ فاتحہ اگرچہ نامکمل ہیں، تاہم ان کے اور دوسرے اجزائے تفسیر کے مطالعہ سے قرآن مجید کے طلبہ کو بڑی رہ نمائی ملے گی اور قرآنی حقائق واسرار کے نئے پہلو اور اس میں غور وفکر کی مختلف راہیں سامنے آئیں گی''۔[۲۲]

مولانا نے دیوان المعلّم عبدالحمید الفراہی پر بھی معارف (دسمبر ۱۹۸۹ء) میں تبصرہ کیا ہے۔ اس کا تذکرہ یہاں کرنے کی ضرورت نہیں۔

مولانا فراہیؒ کی تحریروں کے اقتباسات اور حوالے

مولانا ضیاء الدین اصلاحی اپنے قرآنی مقالات میں قدیم اور جدید بہت سے

مفسرین کے حوالے دیتے ہیں اور تائید میں ان کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ قدیم مفسرین میں طبری، رازی، ابن کثیر، ابوحیان اور بیضاوی وغیرہ کا اور متاخرین میں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر اور مولانا ابوالکلام آزاد کا انھوں نے خاص طور پر حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے محبوب و ممدوح مولانا فراہیؒ کا بھی بہ کثرت حوالہ دیتے ہیں، ان کے اقتباسات نقل کرتے ہیں اور ان کی تائید پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

۱- اپنے مضمون 'اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ الآیۃ کے متعلق چند قابل غور باتیں' میں ایک جگہ انھوں نے تورات کی کتاب تکوین (پیدائش) کا یہ جملہ نقل کیا ہے:

"خداوند نے ابراہام سے کہا کہ اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے اسحٰق کو لو اور مریا کی سرزمین میں ذبح کر ڈالو"

پھر اس کی دو تحریفات کی نشان دہی مولانا فراہیؒ کے حوالے سے کی ہے۔ ایک یہ کہ اس میں حضرت اسحٰقؑ کو حضرت ابراہیمؑ کا اکلوتا بیٹا کہا گیا ہے۔ اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"یہ یہود کی سراسر تحریف ہے۔ اس لیے اسماعیل کے بجائے اسحاق ہو گیا۔ اس پر مفصل بحث مولانا حمیدالدین فراہی کے رسالہ 'الــــرأی الصحیح فیمن هو الذبیح' میں موجود ہے"۔ ۲۳

دوسرے یہ کہ اس میں لفظ 'مریا' آیا ہے۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تورات میں مروہ کے لیے مورہ، موریا اور مریا کے الفاظ کئی جگہوں میں ملتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مروہ کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مروہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: هـذا الـمـنحر (اصل قربان گاہ یہی ہے) غرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مقام قربانی مروہ ہے۔ مولانا حمیدالدین فراہی نے اپنی کتاب الــــرأی الصحیح فیمن هو الذبیح میں اس پر مدلل بحث کی ہے"۔ ۲۴

۲- مضمون 'قرآن مجید کے بعض اسالیب' کے آخر میں 'قسموں' سے بھی بحث کی ہے اور انھیں بلاغت کا ایک اسلوب قرار دیا ہے۔ مختصر تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''قرآن کی قسموں پر مفصل بحث مقصود نہیں۔ اس کے لیے امعان فی اقسام القرآن (مصنفہ علامہ حمید الدین فراہیؒ) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم نے صرف قرآنی اسلوب کی حیثیت سے یہاں ان پر بحث و گفتگو کی ہے''۔[۲۵]

۳- اسالیبِ قرآن میں ایک اہم اسلوب مولانا نے 'تصریفِ آیات' قرار دیا ہے ''یعنی قرآن ایک ہی بات کو متعدد طریقوں سے مختلف پیرایوں میں ذکر کرتا ہے۔ اس کی عبارت بدلتی رہتی ہے، لیکن مقصد و منشا ایک ہی ہوتا ہے'' اس اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خلاصہ یہ کہ ایک ہی مضمون کو مختلف پیرایوں سے بیان کرنا تکرار اور عیب نہیں ہے، بلکہ یہ قرآن مجید کی عین بلاغت اور اعجاز ہے'' پھر اس اسلوب کا اطلاق قصص القرآن پر بھی کرتے ہیں: ''قرآن مجید کے قصوں میں بھی تنوع کا یہی اسلوب پایا جاتا ہے۔ اس نے متعدد انبیاء اور ان کی قوموں کا بار بار ذکر کیا ہے۔ ناواقفیت کی بنا پر انھیں بھی تکرار سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ ان کا اسلوب ہر جگہ مختلف اور بدلا ہوا ہوتا ہے'' آگے تائید میں مولانا فراہیؒ کا ایک اقتباس ان کی تفسیر سورۂ ذاریات سے پیش کیا ہے۔[۲۶]

۴- ایک جگہ لکھتے ہیں: ''یہود کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا کہ اِرْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے رکوع کو، جو نماز کی روح اور ضروری رکن ہے، غائب کر دیا تھا'' اس پر یہ حاشیہ لگایا ہے:

> ''صاحبِ تدبر قرآن نے مولانا حمید الدین فراہیؒ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے''۔[۲۷]

۵- ایک مضمون میں آیت: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ۔ (آل عمران: ۳۳) کی تفسیر مولانا فراہی کے حوالے سے کرتے ہیں:

''استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ لکھتے ہیں: آلِ عمران بھی ذریتِ ابراہیم میں شامل ہے۔ اس لیے خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے لیے گویا تمام عالم میں صرف آلِ ابراہیم کا انتخاب ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کے واسطے سے تمام اہلِ زمین کو برکت دینے کا وعدہ کیا گیا'' (تفسیر سورۂ کوثر)۔ [۲۸]

٦- سورۂ فاتحہ کے ٹکڑے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ میں غیر کے اعراب کے سلسلے میں دو اقوال نقل کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں الَّذِيْنَ کا وصف ہے اور دوسرا یہ کہ وہ الَّذِيْنَ سے بدل ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ کی تحقیق سب سے درست ہے۔ وہ اپنے قرآن مجید کے حواشی میں لکھتے ہیں: لعل فیہ اسلوباً خاصاً للنفی، واصلہ لایھدنا صراط الذین غضب اللہ علیھم (غالباً یہ نفی کا ایک خاص اسلوب ہے اور جملہ کی اصل تقدیر یوں ہے: خداوندا، ہمیں مغضوب علیہم کی راہ کی ہدایت نہ دے) اس توجیہ کے نتیجہ میں وصف اور بدل و بیان کی، تکلف پر مبنی توجیہ کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی''۔ [۲۹]

٧- مولانا کا ایک اہم مضمون 'قرآن مجید کی تاویل وتفسیر میں آزادی کے حدود' ہے۔ اس میں انھوں نے تفسیر وتاویل کے طریقے (تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنۃ، تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ، تفسیر القرآن باقوال التابعین) بیان کرکے اول الذکر طریقہ (تفسیر القرآن بالقرآن) پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور واضح کیا ہے کہ تدبر فی القرآن کا تفسیر بالرائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر آگے بہت تفصیل سے تفسیر بالرائی پر اظہار خیال کیا ہے اور اس کے سلسلے میں شاطبی، بصاص، خوبی، رازی، ابن تیمیہ، سیوطی، ماوردی، انباری، بغوی، کواشی، قرطبی، خازن، غزالی، ابوالکلام آزاد اور ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ کے افکار پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں دو مقامات پر مولانا فراہیؒ کے بھی اقتباسات دیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مولانا فراہیؒ کے خیال میں اصولِ تاویل مرتب و منضبط کردیے گئے ہوتے تو تفسیر بالرأی کا دروازہ بند ہوگیا ہوتا۔ انھوں نے سلف کے اختلافات کی کثرت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ قرآن مجید گوناگوں پہلوؤں کا حامل ہوتا ہے، اس کے باوجود صحابہ وتابعین کے پیش نظر تاویل کے راسخ اصول تھے اور ان کا دارو مدار محض رائے اور ہوائے نفس پر نہ تھا''۔[۳۰]

۸- ایک مضمون میں انھوں نے سیرۃ النبی جلد سوم کی بحث 'معجزہ' کا بہت تفصیل سے تعارف کرایا ہے۔ اس کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

''مولانا سید سلیمان ندوی کی مرتب کردہ جلدوں میں تیسری جلد بڑی اہم اور معرکۃ الآرا ہے۔ اس کی ترتیب و تالیف میں ان کو استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ سے بڑی مدد ملی ہے۔ خصوصاً معراج کے اسرار، اعلانات، احکام، بشارتیں اور انعامات (از صفحہ ۴۵۳ تا ۴۸۳) کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل مولانا فراہیؒ کے خیالات کی بازگشت ہے۔ سید صاحب نے اس جلد کے دیباچہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ ان اوراق کی تالیف میں ہم اپنے محسنوں کے شکر گذار ہیں، جنھوں نے ان کی تکمیل میں ہمارا ہاتھ بٹایا، مشکلات وغوامض میں مخدومنا مولانا حمید الدین صاحب کے مشوروں نے فائدہ پہنچایا ہے'' (سیرۃ النبی سوم، دیباچہ، ص ا)۔[۳۱]

فراہی منہجِ تفسیر کا تعارف

مولانا ضیاء الدین اصلاحی اپنی تحریروں میں مولانا فراہی کے تذکرہ، ان کی خدمات کے تعارف اور ان کی تصانیف کے تجزیہ وتبصرہ کے ساتھ ان کے منہج تفسیر کا بھی تعارف کراتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ ان کے طریقۂ تفسیر کی خصوصیات و امتیازات پر روشنی ڈالتے ہیں اور دوسرے مفسرین کی نارسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مولانا فراہی کے ان اصول تفسیر کے ذریعہ قرآن کے مشکل مقامات کا حال اور غوامض کی عقدہ کشائی آسان ہوجاتی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''مولانا کا طریقۂ تفسیر یہ ہے کہ وہ پہلے سورتوں کا عمود و بنیادی مضمون اور ان کا ماقبل و مابعد کی سورتوں سے ربط و تعلق بیان کرتے ہیں، پھر طویل سورتوں کے مختلف اجزاء کے لفظوں کی تحقیق، مشکل جملوں اور فقروں کی وضاحت و تحقیق، نیز سورہ کے مختلف اجزاء کے باہمی تعلق کی تشریح کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سلسلۂ آیات میں جو اہم حقائق و مطالب اور دلائل و شواہد بیان کیے گئے ہیں ان پر پوری دقّتِ نظر سے عالمانہ بحث کرتے ہیں۔ غرض کوئی سورہ ایسی نہیں جس کی تفسیر میں حضرت مولانا نے اہم حقائق و اسرار کی نشان دہی نہ کی ہو''۔ ۳۲

ایک مضمون میں انھوں نے فراہی منہجِ تفسیر کا تفصیل سے تعارف کرایا ہے۔ لکھتے ہیں:

''وہ نظم قرآن اور قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی سے کرنے اور اس کے لیے عربی زبان و ادب کو اصل بنیاد بنانے پر خاص زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن مجید ایک منظم و مربوط کتاب ہے، جس کا مفہوم سیاق و سباق، نظائرِ قرآن اور کلام عرب سے معیّن کرنا چاہیے۔ ان کے جو تفسیری رسائل شائع ہوئے ہیں وہ ان قصص و حکایات اور رطب و یابس تفسیری روایات و اقوال سے خالی ہیں جن سے عام کتبِ تفسیر بھری ہوتی ہیں۔ مولانا پہلے سورہ کا عمود متعین کرکے بتاتے ہیں کہ پوری سورہ کس طرح اسی مرکزی مضمون کو نمایاں کرتی ہے، پھر ماقبل و مابعد کی سورتوں سے زیرِ تفسیر سورہ کا تعلق بیان کرکے مشکل لفظوں کی تحقیق فرماتے ہیں اور زبان کے اسلوب و استعمال کی وضاحت کے لیے عرب کے جاہلی شعراء و خطباء کے کلام سے مدد لیتے ہیں، طویل سورتوں کے مختلف اجزاء کی علیحدہ علیحدہ تشریح کرکے ان کے باہمی ربط و تعلق کو نہایت خوبی سے واضح کرتے ہیں، آیتوں کا باہم دیگر بھی تعلق دکھاتے ہیں، پوری سورہ میں جو اہم حقائق و نکات بیان کیے گئے ہیں، یا جن کی جانب اشارات

کیے گئے ہیں ان کو شرح و بسط کے ساتھ پیش کرتے ہیں، سورہ کے دلائل اور طرز استدلال کی خوبی و دل نشینی کی جانب متوجہ کرتے ہیں، کسی آیت کے غلط مفہوم یا سورہ کی غیر صحیح تاویل کی مدلل طور پر تردید کرتے ہیں اور اپنی اختیار کردہ اور مرجح تاویل کے محاسن بیان کرتے ہیں، سورتوں کے زمانۂ نزول کی تعیین اور ان کے اسباب نزول وغیرہ پر اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں''۔۳۲

فراہی منہجِ تفسیر کی پیروی

مکتبِ فراہی سے مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی گہری وابستگی کا مظہر یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تحریروں میں مولانا فراہی کے منہجِ تفسیر کی پیروی کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے جن قرآنی مقالات میں مولانا فراہی کا کہیں نام نہیں آیا ہے ان میں بھی ان کے افکار و نظریات اور منہجِ تفسیر کی صاف جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

نظم قرآن

نظمِ قرآن کا جامع تصور مولانا فراہی کا طغرائے امتیاز ہے۔ وہ کسی آیت کے معنیٰ و مراد کی تعیین میں ماقبل و مابعد کی آیتوں کے باہمی ربط اور نظم کی رعایت پر بہت زور دیتے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بھی اپنے متعدد مضامین میں زیرِ بحث آیت کی تاویل و توجیہ میں نظم کا حوالہ دیا ہے:

۱- سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰۲ یہ ہے: وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِيْنُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ۔ اس آیت کی تاویل میں جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ میں 'مَا' موصولہ ہے اور مَا أُنزِلَ سے مراد سحر ہے۔ دیگر اقوال بھی ہیں۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی یہ تو کہتے ہیں کہ یہاں 'مَا' موصولہ ہے، لیکن ان کے خیال میں 'مَا أُنزِلَ' سے شیاطین کے علومِ سِفلیہ کے مقابلے میں علوم

علویہ یعنی دعا وتعویز مراد ہے۔اس تاویل کے انھوں نے متعدد دلائل دیے ہیں، ان میں سے ایک نظم بھی ہے۔فرماتے ہیں:

''نظمِ کلام کے لحاظ سے یہ بہترین تاویل ہے، کیوں کہ یہاں یہ بیان ہورہا ہے کہ یہود دنیا کے پیچھے دیوانہ ہوگئے ہیں، اس لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ سے لوٹ کھسوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔اس لیے ان کی تاریخ سے یہ مثال پیش کی گئی کہ وہ ناجائز ذرائع سے دنیا کمارہے تھے، یعنی علومِ سفلیہ سحر وشعبدہ میں پڑے ہوئے تھے، اسی طرح جائز طریقوں کو بھی اختیار کرکے علومِ علویہ: دعا وتعویذ کرنے لگے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جائز طریقہ کو بھی انھوں نے اپنے غلط استعمال اور بدنیتی سے ناجائز بنادیا تھا۔اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ نظمِ کلام کا اقتضاء یہ ہے کہ یہاں علومِ سفلیہ ہی کو ماننے پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ علومِ علویہ کو بھی مراد لیا جائے''۔[۳۴]

۲- سورۂ بقرہ کی آیت ۱۵۹ یہ ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ۔اس آیت میں کس جرمِ کتمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ عام مفسرین کے نزدیک اس سے نبوتِ محمدی کا کتمان مراد ہے۔مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں خانۂ کعبہ سے متعلق یہود کا اخفاء مراد ہے۔اس پر وہ نظمِ قرآن سے دلیل لاتے ہیں:

''ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ یہود محمد عربی علیہ الف الف تحیۃ کی نبوت کا انکار کررہے تھے۔اسی لیے اس سورہ کا مرکزی عنوان ہی اس کو بنایا گیا ہے اور اس میں یہود کو سخت زجر وتوبیخ کی گئی ہے۔مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہاں آیات کا نظم اسی امر کا متقاضی ہے۔ اگر یہی بات مراد ہے تو اس کا آیات کی مناسبت سے کوئی تعلق نہیں۔اس بناپر یہاں یہ توجیہ کرنے سے پورا نظم کلام درہم برہم ہوجائے گا۔اس لیے ہمارے خیال میں یہاں کتمان سے خانۂ خدا کے متعلق

یہود کا اخفاء مراد ہے۔ کیوں کہ انھوں نے خانۂ کعبہ کے معبد اور قبلہ ہونے کا اخفا کیا تھا، واقعۂ قربانی اور موقعِ ذبح پر پردہ ڈالا تھا، حضرت اسماعیلؑ کے بجائے حضرت اسحاقؑ کو ذبیح قرار دے دیا تھا اور صفا و مروہ کے شعائر الٰہی میں ہونے کو چھپایا تھا۔ اس توجیہ کی روشنی میں غور کیجیے تو نظمِ کلام اپنی تمام رعنائیوں اور دل آویزیوں کے ساتھ نظر آئے گا''۔ ۳۵

کلامِ عرب سے استشہاد

مولانا فراہیؒ نے فہمِ قرآن میں کلامِ عرب اور خاص طور پر شعرائے جاہلیت کے کلام کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم عربوں کی ٹکسالی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے اس کے الفاظ و اسالیب اور ان کے استعمالات کے سلسلے میں ان کے معتبر و مستند کلام کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس سے آیاتِ قرآنی کے معنیٰ و مراد کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بھی اپنے متعدد مضامین میں اس منہج کو اپنایا ہے اور اپنی اختیار کردہ تاویل کی تائید میں اشعار پیش کیے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱- لفظ 'رحمٰن' کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ عربوں کے یہاں نہ عام اور معروف تھا اور نہ وہ خدا کو اس نام سے موسوم کرتے تھے۔ اس خیال کو رد کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ ''کلامِ عرب پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں اس لفظ کا استعمال بہت عام ہے'' پھر امرؤ القیس، اعشیٰ قیس، زید بن عمرو بن نفیل، حاتم طائی اور دیگر شعراء کے اشعار پیش کیے ہیں۔ ۳۶

۲- حمد و مدح اور حمد و شکر کو مترادف الفاظ سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ راغب اصفہانی، زمخشری اور رازی کے اقتباسات کی روشنی میں مولانا ان کے مابین فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے خیال میں مدح کا لفظ نہ قرآن مجید میں ملتا ہے اور نہ قدیم عربی زبان و ادب میں اس کا کوئی وجود ہے۔ یہ لفظ عربی میں اس وقت آیا ہے

جب عربی شاعری اہل عجم کی آغوش میں آئی اور اس میں عجمی تکلفات داخل ہوئے اور قصیدہ گوئی کا رواج ہوا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا استعمال عربی زبان میں نہیں ملتا۔قرآن مجید تو درکنار شعراء بھی خدا کے لیے حمد ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں''۔

پھر دلیل میں کتاب الحماسۃ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔۳۷

۳- غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیہِمْ میں لفظ 'غیر' کے سلسلے میں مولانا دو اقوال نقل کرتے ہیں، پھر ان کا یوں محاکمہ کرتے ہیں:

''ہمارے نزدیک دوسرا قول انسب ہے۔ پہلا قول نحوی حیثیت سے تخیف اور عربی زبان کے استعمال کے خلاف ہے، مگر دوسرا قول کلام عرب کے استعمالات کے موافق ہے۔ایک شاعر کہتا ہے: انما یجزی الفتیٰ غیر الجمل (نوجوان بدلہ دیتا ہے نہ کہ اونٹ)۳۸

۴- آیت کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِن قَبْلِکُمْ۔ (البقرۃ:۱۸۳) میں حرف تشبیہ 'کما' سے بحث کرتے ہوئے مولانا نے کلام عرب میں اس کے اور ایک دوسرے لفظ 'مثل' کے مختلف استعمالات کی نشان دہی کی ہے اور دلیل میں اشعار پیش کیے ہیں۔۳۹

۵- آیت وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ (الاعراف:۴۶) میں لفظ 'اعراف' کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کے ایک معنیٰ ٹیلہ یا اونچی جگہ کے بھی آتے ہیں۔ دلیل میں شماخ بن ضرار کا ایک شعر پیش کیا ہے، جس میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں آیا ہے۔۴۰

۶- آیت وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۷۱) میں لفظ 'ورد' کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید اور کلام عرب کے تتبع سے اس کے صرف دو ہی معنوں کا پتا چلتا ہے۔اس کے ایک معنیٰ داخل ہونے کے اور دوسرے معنیٰ قرب، دنو اور بلوغ کے ہیں۔ پھر قرآن کریم سے دونوں معانی کے لیے قرآنی آیات اور دوسرے معنیٰ کے لیے سبع معلقات سے زہیر کا شعر نقل کیا ہے۔۴۱

لغوی تحقیق

مولانا فراہی نے آیاتِ قرآنی کے معنٰی و مراد کی تعیین میں لغوی تحقیق کو بھی اہمیت دی ہے۔ ان کی تصنیف 'مفردات القرآن' اپنے موضوع پر شاہ کار کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بھی اس پہلو پر توجہ دی ہے۔ ان کی تحریروں میں مفرداتِ قرآن کی لغوی تحقیق کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے مضمون 'سورۂ فاتحہ کے بعض اہم مباحث' میں انھوں نے اللہ، رحمٰن اور رحیم کی تحقیق کی ہے اور امام ابن جریر طبری اور امام رازی کے حوالے دیے ہیں۔ [۴۲] اسی طرح مضمون 'اصحاب الاعراف' میں لفظ 'اعراف' کی لغوی تحقیق کی ہے[۴۳] ان کے دیگر مضامین میں کچھ اور مثالیں بھی تلاش کی جاسکتی ہیں۔

بائبل کے حوالے

مولانا فراہی نے تفسیر کے ظنّی مآخذ میں قدیم آسمانی صحیفوں کو بھی شمار کیا ہے۔ ان کے نزدیک متعدد پہلو ایسے ہیں جو ان صحیفوں سے براہ راست واقفیت کا تقاضا کرتے ہیں۔ مثلاً اس کے ذریعے ان صحیفوں کے ماننے والوں پر حجّت قائم کی جاسکتی ہے، ان کی تحریفات کی نشان دہی اور ان کے مقابلے میں قرآن کریم کی عظمت و برتری واضح کی جاسکتی ہے، قرآنی تلمیحات کو کھولا جاسکتا ہے، وغیرہ۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے بھی اپنے مقالات میں اس اصول کو پیش نظر رکھا ہے اور جا بہ جا بائبل کے حوالے دیے ہیں۔

مولانا کا ایک اہم مضمون 'یہود اور قرآن مجید' ہے[۴۴]۔ اس میں انھوں نے یہود پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات، ان کی احسان ناشناسی، احکامِ الٰہی سے روگردانی، اللہ کی کتاب میں تحریف، انبیاء کا قتل اور دیگر جرائم اور اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو دی جانے والی سزاؤں اور دیگر موضوعات و مباحث پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی روشنی میں لکھا گیا ہے، لیکن اس میں بائبل کے بھی کثرت سے حوالے ہیں، جنھیں قرآنی بیانات کی تائید میں یا فرق واضح کرنے کے لیے نقل کیا گیا ہے۔

مضمون 'قرآن مجید میں قصۂ ابراہیمؑ اور مستشرقین کے اعتراضات' کی ابتدا میں فرماتے ہیں: ''تورات میں ان کی عظمت وتقدس اوران کی نسل کی کثرت اور برکت کی داستان کئی جگہ دہرائی گئی ہے'' پھر کتاب تکوین سے چار اقتباسات نقل کیے ہیں۔[۴۵]

مضمون 'قرآن مجید کا طرز تخاطب اور طریقۂ خطاب' اور مضمون 'اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ کے متعلق چند قابل غور باتیں' میں بھی بائبل کے بعض حوالے آئے ہیں۔[۴۶]

تجزیہ وتبصرہ

گزشتہ تفصیل سے چند باتیں بہت نمایاں ہوکر سامنے آتی ہیں:

۱- مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی علمی خدمات مختلف میدانوں میں ہیں، لیکن ان کا خصوصی میدان علم تفسیر اور قرآنیات کا تھا۔ اگرچہ اس فن میں ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے (ان کی واحد کتاب 'ایضاح القرآن' جو ۱۹۸۴ء میں پاکستان سے شائع ہوئی تھی، ان کے ایک درجن مقالات کا مجموعہ ہے) لیکن انھوں نے مقالات کی شکل میں جو سرمایہ چھوڑا ہے وہ بڑی قدر واہمیت کا حامل ہے۔ ان میں اصالتِ فکر پائی جاتی ہے۔ ان کے دیگر قرآنی مقالات کے بھی مجموعے شائع کیے جاسکتے ہیں۔ خاص طور سے ان کا مضمون 'یہود اور قرآن مجید'، جو معارف کی آٹھ قسطوں میں شائع ہوا تھا، اپنے موضوع کا بھرپور احاطہ کرتا ہے، اس کی اشاعت ایک اہم علمی خدمت ہوگی۔

۲- فکر فراہیؒ سے مولانا کا ربط وتعلق اوائل عمر ہی سے تھا اور ہونا بھی چاہیے۔ انھوں نے مدرسۃ الاصلاح میں تعلیم حاصل کی تھی اور مولانا فراہی کے ارشد تلامذہ اور ان کے فکر کے حاملین سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ فکر فراہی سے ان کی گہری وابستگی کا اظہار ان مقالات سے ہوتا ہے جو انھوں نے مدرسۃ الاصلاح میں طالب علمی کے آخری سالوں میں لکھے تھے اور جو اس وقت معارف و برہان جیسے بین الاقوامی شہرت کے اعلیٰ تحقیقی مجلات میں شائع ہوئے تھے۔

۳- مولانا مدۃ العمر فکر فراہی کی ترجمانی واشاعت کی خدمت انجام دیتے

رہے۔ ان کی حیثیت 'فکر فراہی' کے بین الاقوامی سفیر (Universal ambassador) کی تھی۔ وہ جس مجلس میں بھی ہوتے اور وہاں قرآنیات کا کوئی موضوع زیر بحث ہوتا، ممکن نہ تھا کہ کسی نہ کسی حوالے سے مولانا فراہیؒ کا نام نامی نہ آئے۔ انھوں نے مختلف پہلوؤں سے فکر فراہی کی ترجمانی کی ہے۔ مثلاً مولانا فراہی کی بعض کتابوں کی تلخیص و تسہیل کی ہے، ان کی عربی مطبوعات اور ان کے اردو تراجم پر معارف میں تبصرہ کیا ہے، اپنے مقالات میں مولانا فراہی اور ان کے منہجِ تفسیر کا تعارف کرایا ہے۔ مزید برآں آیاتِ قرآنی کی تفسیر و تاویل میں فراہی منہج تفسیر کی کامیاب پیروی کی ہے۔

۴- آخری بات، جس کے تذکرے کے بعد زیر بحث موضوع میں توازن قائم نہیں رہ سکتا، یہ ہے کہ فکر فراہی کی ترجمانی انھوں نے ایک 'سعادت مند معتقد' بن کر کی ہے۔ علم و فکر کا کارواں نقد و محاکمہ سے آگے بڑھتا ہے، جب کہ عقیدت مندی اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ کوئی بھی شخصیت ہو، ضروری نہیں کہ اس کی ہر بات درست اور ہر تحقیق پائے کی ہو۔ مولانا فراہی کی جن تحقیقات اور نکات کے، مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے حوالے دیے ہیں، ان میں متعدد باتیں ایسی ہیں جن پر نقد کیا جا سکتا تھا، مولانا ضیاء الدین اصلاحی کا علمی مقام اس کا تقاضا کرتا تھا، مگر ان کی عقیدت مندی نے اس جانب ان کی توجہ مبذول نہیں ہونے دی۔ مثلاً:

الف: سورۂ اخلاص کے بارے میں مولانا فراہیؒ نے لکھا ہے: ''مسلمانوں کے نزدیک یہ سورہ ثلثِ قرآن ہے'' ۴۷ علم حدیث اور تاریخ حدیث و محدثین پر گہری نظر رکھنے والے مولانا ضیاء الدین اصلاحی سے امید نہیں تھی کہ وہ بھی اپنے مضمون 'سورۂ فاتحہ کے بعض اہم مباحث' میں یہی بات دہرا دیں گے ۴۸ انھیں بتانا چاہیے تھا کہ یہ مسلمانوں کا خیال نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ یہ کام انھوں نے تو انجام نہیں دیا، لیکن ان کی کتاب 'ایضاح القرآن' کے محشّی نے اس کی تلافی کر دی۔ اس نے اس پر یہ حاشیہ لگایا ہے: ''ترمذی اور مسلم میں مرفوع حدیث ہے کہ یہ سورہ ثلثِ قرآن کے برابر ہے''۔

ب- سورۂ لہب کی تفسیر میں مولانا فراہیؒ نے لکھا ہے کہ ابولہب خانۂ کعبہ کا

کلید بردار اور متولی تھا۴۹؎۔ اسی کو بنیاد بنا کر انھوں نے تفصیل سے بحث کی ہے، حالاں کہ تاریخی طور پر ابولہب کا خانۂ کعبہ کا کلید بردار ہونا ثابت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اجداد میں سے قصی بن کلاب نے خانۂ کعبہ سے متعلق تمام مناصب اپنے چار بیٹوں میں سے عبدالدار کو دے دیے تھے۔ اس پر بعد میں ان کے بیٹوں میں تنازع ہوا۔ مصالحت اس پر ہوئی کہ حجابہ (خانۂ کعبہ کی کلید برداری) لواء (جنگ میں علم برداری) ندوہ (باہم مشورہ کے لیے تمام لوگوں کو اکٹھا کرنا) کے مناصب بنی عبدالدار کے پاس رہیں گے اور سقایۃ (حاجیوں کو پانی پلانا) اور رفادہ (حاجیوں کو کھانا کھلانا) کے مالک بنی عبدمناف ہوں گے۔ منصبِ حجابہ آج تک بنی عبدالدار کی شاخ شیبہ بن عثمان میں چلا آرہا ہے۵۰؎۔ ابولہب بنی عبدمناف میں سے تھا تو وہ خانۂ کعبہ کا کلید بردار کیوں کر ہوسکتا ہے؟! مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے اپنے ایک مضمون میں تفسیر سورۂ لہب کا تعارف و تجزیہ پیش کیا ہے، لیکن اس تسامح کی نشان دہی نہیں کی ہے۔

ج- مولانا فراہی نے تفسیر سورۂ والشّمس کے آخر میں بعض 'لطیف اشارات' ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ جس طرح ثمود نے 'نـاقـة الله' کو قتل کرکے عذابِ الٰہی کو دعوت دی تھی، اسی طرح یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرکے اور مسلمانوں نے حضرت علیؓ کو قتل کرکے بدبختی کو گلے لگالیا تھا۔ گویا یہود کے درمیان حضرت عیسیٰؑ اور مسلمانوں کے درمیان حضرت علیؓ ناقۃ اللہ کی مثال تھے۔ یہ لطیف اشارات صوفیہ کی 'تفسیر اشاری' کے قبیل کے تو ہوسکتے ہیں، لیکن ان کا زیرِ بحث آیات کی تفسیر و تاویل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے اس تفسیر کے تعارف و تجزیہ پر ایک مضمون لکھا ہے، مگر اس میں اس پہلو پر کوئی نقد نہیں کیا ہے۔

اس طرح کی اور بھی مثالیں مل سکتی ہیں، جن کے تذکرے کا یہ موقع نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے مختلف علوم و فنون میں اپنے نقوش چھوڑے ہیں، قرآنیات ان کی علمی خدمات کا ایک اہم میدان ہے اور اس میں بھی بالخصوص فکرِ فراہی کی ترجمانی کا کام نمایاں ہے۔

حواشی ومراجع

۱ رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ مولانا عمیر الصدیق ندوی نے ان کی وفات پر اپنے تعزیتی تاثرات میں بجا طور پر لکھا ہے: ''ان کا خاص موضوع تاریخِ حدیث ومحدثین رہا، لیکن اصل ذوق قرآنیات ہی کا تھا۔ مدرسۃ الاصلاح اور مولانا حمید الدین فراہی کے علوم سے تعلق اور اثر پذیری نے اس ذوق کو مستحکم کیا۔ دارالمصنفین میں مولانا سید سلیمان ندویؒ کے بعد قرآنیات سے شغف میں غالباً وہ اور حضرات سے نمایاں ہیں'' ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ، مارچ ۲۰۰۸ء، ص ۲، شذرات بہ عنوان 'آہ! مولانا ضیاء الدین اصلاحی'۔

۲ ماہ نامہ معارف میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل یہ ہے: اصحاب الاعراف (نومبر ۱۹۵۵ء) 'اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ' الآیۃ سے متعلق چند سوالات کا جواب (اپریل ۱۹۵۶ء) آیاتِ صیام کی توجیہ وتاویل (اگست ۱۹۵۶ء) تفسیر کبیر اور اس کا تکملہ (اگست، ستمبر ۱۹۵۷ء)۔ ماہ نامہ برہان میں یہ مضامین شائع ہوئے: سورۂ بقرہ کی آیت 'وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ' الآیۃ کی صحیح تاویل (فروری ۱۹۵۷ء) آیت 'فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا' الآیۃ کی صحیح توجیہ (اپریل ۱۹۵۷ء)۔ ایک مضمون بہ عنوان 'سورہ فاتحہ کے بعض اہم مباحث' بعد میں ماہ نامہ برہان کے فروری مارچ ۱۹۵۹ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

۳ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے حاشیہ نمبر ۲ میں مذکور مقالات کے علاوہ: یہود اور قرآن مجید (معارف، نومبر ۱۹۷۵ء، نومبر، دسمبر ۱۹۷۶ء، جنوری، فروری ۱۹۷۷ء، جون، جولائی، اگست ۱۹۷۸ء، قرآن مجید میں قصۂ ابراہیم اور مستشرقین کے اعتراضات (معارف، مارچ ۱۹۸۳ء) آیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: ۷۱) کی صحیح تاویل (ایضاح القرآن، یونائیٹڈ بک کارپوریشن لاہور، ۱۹۸۴ء) اسلام کا عقیدۂ توحید اور اس کے قرآنی دلائل (سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی-ستمبر ۱۹۸۶ء، ص ۶۰-۸۶)

۴ ملاحظہ کیجیے تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر اور اس کا تکملہ (ایضاح القرآن) امام رازی کی تفسیر کبیر میں ربط آیات (معارف، جنوری، فروری ۱۹۹۵ء) تفسیر کبیر کی خصوصیات (ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، جولائی - دسمبر ۲۰۰۲ء) مقدمہ فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن کا تجزیاتی مطالعہ

(علوم القرآن، جنوری- جون ۱۹۹۲ء) علمائے ہند کی چند عربی تفسیریں (سہ ماہی نظام القرآن، سرائے میر اعظم گڑھ، جولائی-ستمبر ۲۰۰۷ء)

۵ مولانا آزاد کے قرآنی افکار کے تعارف کے لیے مولانا نے یہ مقالات لکھے ہیں: قرآن مجید کا تصور ربوبیتِ الٰہی اور مولانا ابوالکلام آزاد (معارف، ستمبر ۱۹۸۹ء) صفات الٰہی کا قرآنی تصور اور مولانا ابوالکلام آزاد (معارف، فروری ۱۹۹۰ء) رحمت الٰہی کا قرآنی تصور اور مولانا ابوالکلام آزاد (معارف، اپریل ۱۹۹۲ء) یہ مقالات ان کی کتاب 'مولانا ابوالکلام آزاد: مذہبی افکار، صحافت اور قومی جدّ و جہد (مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ) میں شامل ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے قرآنی افکار کی توضیح وتشریح پر ان کے یہ مقالات شائع ہوئے ہیں: مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جلد سوم پر ایک نظر (معارف، مئی، جولائی ۱۹۸۶ء) مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی پر کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات (معارف، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۶ء) قرآن مجید اور معجزات- سیرۃ النبی جلد سوم کی روشنی میں (علوم القرآن، جنوری- جون ۱۹۸۶ء) سیرۃ النبی جلد پنجم کے بعض قرآنی مباحث (معارف، نومبر، دسمبر ۱۹۹۷ء)

۶ شش ماہی علوم القرآن علی گڑھ، جنوری- جون ۱۹۸۷ء، ص ۸۔ مضمون 'مولانا حمیدالدین فراہی کی تفسیر سورۂ لہب'۔ یہی مضمون بعد میں مجلّہ علوم اسلامیہ علی گڑھ، ۱/۱۷-۲، ۱۹۹۲ء میں 'تفسیر اور علوم قرآنی میں مولانا حمیدالدین فراہی کے امتیازی کارنامہ کا ایک نمونہ' کے عنوان سے شائع ہوا۔

۷ شش ماہی علوم القرآن علی گڑھ، خصوصی اشاعت 'قرآنی علوم بیسویں صدی میں' سمینار نمبر، جنوری ۲۰۰۴ء، تا دسمبر ۲۰۰۵ء، کلیدی خطبہ، ص ۴۶-۵۳، مولانا اصلاحی نے اپنے مضمون 'علمائے ہند کی چند عربی تفسیریں' میں بھی مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کے ضمن میں ان کا اور ان کے منہج تفسیر کا بہت اچھے انداز میں تعارف کرایا ہے۔ ملاحظہ کیجیے سہ ماہی نظام القرآن سرائے میر، جولائی-ستمبر ۲۰۰۷ء، ص ۳۴-۳۶

۸ شش ماہی علوم القرآن علی گڑھ، جولائی- ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۶-۲۷، مضمون 'مولانا حمیدالدین فراہی کی تفسیر الشمس کا جائزہ'۔

۹۔ علوم القرآن، خصوصی اشاعت، جنوری ۲۰۰۴ء، تا دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۷-۴۸

۱۰۔ ایضاح القرآن، دیباچہ، ص ۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۸۹

۱۲۔ علوم القرآن، جنوری ۲۰۰۴ء، تا دسمبر ۲۰۰۵ء، ص ۴۸-۵۳

۱۳۔ ملاحظہ کیجیے علوم القرآن، جنوری - جون ۱۹۸۷ء، جولائی - دسمبر ۱۹۸۹ء

۱۴۔ ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ، ۱۲۵/ ۵، مئی ۱۹۸۰ء، ص ۳۹۸

۱۵۔ ماہ نامہ معارف، ۱۰۳/ ۳، مارچ ۱۹۶۹ء، ص ۲۳۸

۱۶۔ ماہ نامہ معارف، ۱۴۷/ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۷۹-۸۰

۱۷۔ ماہ نامہ معارف، ۱۰۸/ ۵، نومبر ۱۹۷۱ء، ص ۳۹۹

۱۸۔ ماہ نامہ معارف، ۸۵/ ۲، فروری ۱۹۶۰ء، ص ۱۵۸

۱۹۔ ماہ نامہ معارف، ۸۱/ ۳، مارچ ۱۹۵۸ء، ص ۲۳۷

۲۰۔ ماہ نامہ معارف، ۱۳۲/ ۲، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۱۵۵-۱۵۶

۲۱۔ ماہ نامہ معارف، ۸۳/ ۴، اپریل ۱۹۵۹ء، ص ۳۱۷

۲۲۔ ماہ نامہ معارف، ۱۴۷/ ۱، جنوری ۱۹۹۱ء، ص ۷۸-۷۹

۲۳۔ ایضاح القرآن، ص ۱۳۰

۲۴۔ ایضاح القرآن، ص ۱۳۱

۲۵۔ ایضاح القرآن، ص ۲۸

۲۶۔ ایضاح القرآن، ص ۱۰-۱۴

۲۷۔ معارف، دسمبر ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۳

۲۸۔ ایضاح القرآن، ص ۷۳

۲۹۔ ایضاح القرآن، ص ۹۹-۱۰۰، مولانا فراہی کے اقتباس کے لیے ملاحظہ کیجیے تفسیر نظام القرآن، المعلم عبدالحمید الفراہی، الدائرۃ الحمیدیۃ، سرائے میر اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء، ص ۲۸۵

۳۰۔ سہ ماہی فکر و نظر علی گڑھ، ۳۶/ ۴، ۱۹۹۹ء، ص ۱۳

۳۱۔ علوم القرآن، جنوری - جون ۱۹۸۶ء، ص ۱۷، مضمون 'قرآن مجید اور معجزات (سیرۃ النبی

جلد سوم کی روشنی میں)

۳۲۔ معارف، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۷۸

۳۳۔ علوم القرآن، جولائی - دسمبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۶ - ۲۷

۳۴۔ ایضاح القرآن، ص ۱۲۰-۱۲۱

۳۵۔ ایضاح القرآن، ص ۱۴۵

۳۶۔ ایضاح القرآن، ص ۱۴۵

۳۷۔ ایضاح القرآن، ص ۹۴-۹۵

۳۸۔ ایضاح القرآن، ص ۹۹

۳۹۔ ایضاح القرآن، ص ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴

۴۰۔ ایضاح القرآن، ص ۱۶۹، ۱۷۰

۴۱۔ ایضاح القرآن، ص ۱۹۰-۱۹۲

۴۲۔ ایضاح القرآن، ص ۷۹-۸۵

۴۳۔ ایضاح القرآن، ص ۱۶۹

۴۴۔ حاشیہ نمبر ۳ میں اس مضمون کی اشاعت کی تفصیل مذکور ہے۔

۴۵۔ ایضاح القرآن، ص ۵۰-۵۱

۴۶۔ ایضاح القرآن، ص ۴۱، ۱۳۰-۱۳۱

۴۷۔ تفسیر نظام القرآن (اردو)، دائرۂ حمیدیہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۶ء، تفسیر سورۂ اخلاص، ص ۵۲۷

۴۸۔ ایضاح القرآن، ص ۱۹

۴۹۔ تفسیر نظام القرآن، سورۂ لہب، ص ۴۴۸

۵۰۔ ملاحظہ کیجیے البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، دارالریان للتراث قاہرۃ ۱۹۸۸ء، جلد ۱، جزء ۲، ص ۱۹۴-۱۹۵۔ سیرت سرورِ عالم، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۸۱/۲-۸۲

☆☆☆